ڈاکٹر پرویز احمد کمبوہ*

ترقی پسند افسانے کا فنی و فکری جائزہ

AESTHETIC AND INTELLECTUAL ANALYSIS OF PROGRESSIVE SHORT STORIES

Abstract: *The Progressive Writers' Movement (PWM), launched in 1936 in Lucknow and inspired by socialist and Marxist ideologies, aimed to use literature as a tool for social change. Founded by Indian intellectuals like Syed Sajjad Zaheer and Ali Sardar Jafri, it rejected escapist literature, promoting realism and resistance against oppression. In Urdu short stories, the movement shifted focus from romanticism to themes like poverty, class struggle, and gender inequality. Writers such as Krishan Chander, Ismat Chughtai, and Saadat Hasan Manto used simple, bold narratives to give voice to the marginalized, making fiction a powerful medium of awareness and reform.*

Keywords: Progressive Movement, Urdu, Munshi Premchand, Syed Sajjad Zaheer, Mahmood-uz-Zafar, Ali Sardar Jafri.

تلخیص: ترقی پسند ادبی تحریک 1936 (PWM) میں لکھنؤ میں شروع ہوئی، جس کا مقصد ادب کو سماجی تبدیلی کا ذریعہ بنانا تھا۔ یہ تحریک سوشلسٹ اور مارکسسٹ نظریات سے متاثر تھی، اور سید سجاد ظہیر، علی سردار جعفری جیسے ہندوستانی دانشوروں نے اسے قائم کیا۔ تحریک نے فراریت پر مبنی ادب کو مسترد کرتے ہوئے حقیقت نگاری، ظلم کے خلاف مزاحمت، اور مساوات کو فروغ دیا۔ اردو افسانے میں اس تحریک نے رومانویت کی جگہ غربت، طبقاتی جدوجہد، اور صنفی ناانصافی جیسے موضوعات کو اجاگر کیا۔ کرشن چندر، عصمت چغتائی، اور سعادت حسن منٹو جیسے ادیبوں نے سادہ لیکن جرأت مندانہ انداز میں مظلوم طبقوں کی آواز بن کر ادب کو بیداری اور اصلاح کا مؤثر ذریعہ بنا دیا

کلیدی الفاظ: ترقی پسند تحریک، اردو، منشی پریم چند، سید سجاد ظہیر، محمود الزفر، علی سردار جعفری۔

اردو افسانہ بیسویں صدی کی ایک مقبول صنف ہے۔ جب ہندوستان میں سامراج، جاگیرداری، غربت اور سماجی ناہمواری عام تھی، تب ادب نے ان مسائل کو اجاگر کرنے کی ٹھانی۔ ترقی پسند تحریک اسی سوچ کی نمائندہ تھی، جس نے ادب کو محض تفریح کا ذریعہ نہیں، بلکہ معاشرتی شعور بیدار کرنے کا وسیلہ سمجھا۔ غلام مصطفیٰ قریشی افسانے کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

* صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ غلام ربانی آگرو ڈگری کالج، کنڈیارو۔

”اردو افسانہ اپنے ابتدائی دور سے ہی سماجی حقائق اور انسانی جذبات کی ترجمانی کا ذریعہ رہا ہے۔ اس کا ارتقاء مختلف ادبی تحریکوں کے تحت ہوا، مگر خاص طور پر ترقی پسند تحریک نے اسے ایک نیا رنگ دیا۔“(۱)

ترقی پسند تحریک بیسویں صدی کے اوائل میں ابھرنے والی ایک ہمہ جہت ادبی، فکری اور سماجی تحریک تھی جس نے ادب کو سماج کا آئینہ بنانے اور ظلم، جبر اور نابرابری کے خلاف آواز بلند کرنے کا مشن اپنایا۔ اس تحریک نے اردو ادب خصوصاً افسانے، شاعری اور ناول میں نئے رجحانات، موضوعات اور اندازِ فکر کو فروغ دیا۔ ترقی پسند تحریک کو سمجھنے کے لیے اس کے عالمی پس منظر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

- بیسویں صدی کے آغاز میں دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف شدید ردِ عمل پیدا ہوا۔
- 1917ء کا روس کا اشتراکی انقلاب ترقی پسند تحریک کے لیے بنیادی فکری محرک بنا۔
- مارکسزم، سوشلزم اور طبقاتی شعور کے نظریات نے اہلِ ادب کو متاثر کیا، خاص طور پر برصغیر میں۔
- ہندوستان انگریز سامراج کے تسلط میں تھا۔
- غربت، بھوک، ذات پات، جاگیر داری نظام اور صنفی امتیاز نے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رکھا تھا۔
- ادب کی روایت محض جمالیاتی لطف یا تفریح تک محدود تھی۔

ایسے حالات میں ادیبوں، شاعروں اور دانش وروں نے یہ سمجھا کہ ادب کو سچائی کا آئینہ بننا چاہیے اور اسے زندگی کے بڑے مسائل پر بات کرنی چاہیے۔ اس سوچ نے ترقی پسند تحریک کی بنیاد رکھی۔ احمد شمیم لکھتے ہیں:

”ترقی پسند تحریک نے 1930ء کی دہائی میں معاشرتی ناانصافیوں، استحصال اور طبقاتی جدوجہد کو موضوع بنا کر اردو ادب کو ایک نیا فکری رنگ دیا۔“(۲)

ترقی پسند افسانہ ایک نظریاتی، سماجی اور فکری ردِ عمل تھا جو بیسویں صدی کے ابتدائی نصف میں پیدا ہوا۔ یہ صرف ادب کا ایک انداز یا اسلوب نہیں تھا بلکہ زندگی اور سماج کے حقائق کو بیان کرنے کا ایک شعوری اور مقصدی رویہ تھا۔ اس تحریک نے افسانے کو صرف تفریح یا تخیل کی پرواز سے نکال کر سماجی شعور، انسانی مسائل، اور انقلاب کا ترجمان بنایا۔

ترقی پسند تحریک نے اردو افسانے کو محض ادب برائے ادب کے دائرے سے نکال کر ادب برائے زندگی کی راہ پر ڈالا۔ اس تحریک کے افسانہ نگاروں کا بنیادی مقصد سماجی ناہمواری، طبقاتی تفریق، استحصالی نظام اور امیر و غریب کے درمیان خلیج کو بے نقاب کرنا تھا۔

طبقاتی شعور سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا ادراک ہو جائے کہ وہ کس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، اس کے حقوق کیا ہیں، اور وہ کس معاشی و سماجی ظلم کا شکار ہے۔ ترقی پسند ادیبوں نے یہی شعور پیدا کرنے کی کوشش کی تا کہ محنت کش طبقہ اپنے وجود کو پہچان سکے۔ طبقاتی شعور کے حوالے سے گوپی چند نارنگ یوں لکھتے ہیں:

> ”ترقی پسند افسانے میں طبقاتی کشمکش کی جھلک عام ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف احتجاج اور محنت کش طبقے کی حمایت واضح نظر آتی ہے۔“(۳)

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے امیر و غریب کی زندگیوں میں تضاد کو انتہائی مؤثر انداز میں پیش کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

سعادت حسن منٹو کے افسانے جیسے "کالی شلوار"، "نیا قانون" اور "ٹوبا" میں نیچے کے طبقے کی بے بسی، غربت، اور سماج کے دوہرے معیار کو طنز کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

کرشن چندر نے "مہابھارت کا ایک سین"، "کالو بھنگی"، اور "آنند بھون" جیسے افسانوں میں زمینداری، مزدور طبقے کی کچلی ہوئی زندگی اور جاگیر دارانہ رویوں کو دکھایا ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے ہاں بھی غریب کسان، مزدور، اور دیہی غربت کا نوحہ بہت شدت سے نظر آتا ہے، مثلاً افسانہ "کفن دفن"۔

افسانوں میں معاشرتی نابرابری کی مختلف شکلیں نظر آتی ہیں:

- دولت کی تقسیم میں ناانصافی
- زمیندار اور ہاری کا رشتہ
- مزدور کا کارخانہ دار سے استحصال
- ملازمین کے ساتھ افسران کا ظالمانہ رویہ
- تعلیم، صحت اور رہائش میں امیر و غریب کا فرق
- ادبی انداز اور حقیقت نگاری

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے یہ سب جذباتی انداز میں نہیں بلکہ حقیقت نگاری کے اسلوب میں پیش کیا، تا کہ قاری کو جھنجھوڑا جا سکے۔ ان کے ہاں یہ موضوعات محض "افسانوی" نہیں بلکہ معاشرتی سچائی کا عکس تھے۔ "طبقاتی شعور اور معاشرتی نابرابری" ترقی پسند

افسانے کی بنیاد میں شامل وہ عنصر ہے جس نے ادب کو مظلوم کی آواز بنا دیا۔ یہ افسانے صرف کہانیاں نہیں بلکہ ایک انقلابی تحریک کا بیانیہ ہیں، جو قاری کو سوچنے، سمجھنے اور سماج کو بدلنے پر اکساتے ہیں۔

لاجونتی (راجندر سنگھ بیدی): تقسیم کے بعد عورت کی ترقی پسند تحریک کے افسانہ نگاروں نے اردو ادب کی تاریخ میں ایک انقلابی موڑ پیدا کیا۔ انہوں نے پہلی مرتبہ ادب کو اشرافیہ، رومانیات، تصوف یا فطری مناظر سے نکال کر مظلوم، محکوم، کچلے ہوئے اور حاشیے پر رکھے گئے انسان کی طرف متوجہ کیا۔ ان کا مقصد صرف ہمدردی نہیں بلکہ ادبی سطح پر نمائندگی دینا تھا، تاکہ وہ طبقے جو صدیوں سے گمنام تھے، ادب میں بولنے لگیں۔ پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

"کرشن چندر، منٹو، بیدی جیسے افسانہ نگاروں نے سماج کے حاشیے پر رہنے والے طبقات کو مرکزی حیثیت دی اور انہیں انسانی وقار دیا۔" (۴)

مظلوم و محکوم طبقوں سے مراد یہ وہ طبقے ہیں جو سماج کے مرکزی دھارے سے محروم یا خارج کیے گئے ہیں، جیسے:

- کسان اور مزدور
- نچلی ذاتوں سے تعلق رکھنے والے افراد
- عورت (خاص طور پر غریب عورت)
- یتیم، بیوائیں، اقلیتیں
- دلت، بھنگی، چوڑے
- غریب بچے، سڑک کے باسی
- مہاجرین، بے گھر اور سیاسی مظلومین
- ترقی پسند افسانوں میں ان طبقوں کی نمائندگی کے انداز

ترقی پسند افسانوں میں مظلوم طبقوں کو بطور مرکزی کردار پیش کیا گیا۔ یہ لوگ اب صرف پس منظر کی مخلوق نہیں بلکہ کہانی کے مرکز میں ہیں۔ مثالیں:

کالو بھنگی (کرشن چندر): ایک دلت بھنگی مرکزی کردار ہے، جس کی شناخت کو افسانہ پوری طاقت سے پیش کرتا ہے۔

ٹھنڈا گوشت (منٹو): نہ صرف عورت بلکہ جنگ کی بے بسی اور غلامی پر مبنی ایک شاندار بیانیہ۔

افسانوں میں مظلوم طبقوں کی بولی، لہجہ ،لب ولہجہ کو اختیار کیا گیا تاکہ ان کے احساسات درست طور پر منتقل ہوں۔

ترقی پسند افسانے "ادبی اردو" سے نکل کر روزمرہ کی بول چال میں آ گئے تاکہ وہ طبقے بھی خود کو پہچان سکیں جو اس ادب کا موضوع تھے۔

یہ افسانے محل، کوٹھی، بازار یا دیوان خانوں کے بجائے:

- جھونپڑیوں
- کھیتوں
- فٹ پاتھ
- ریلوے اسٹیشن
- تقسیم کے کیمپ
- کوٹھوں
- کارخانوں

جیسے پس منظر میں رقم کیے گئے، کیونکہ یہ مظلوم طبقوں کی حقیقی دنیا تھی۔ترقی پسند افسانے نے مظلوم و محکوم طبقوں کو ادب کی حاشیہ آرائی سے نکال کر اس کے قلب میں لا کھڑا کیا۔اب ادب صرف شہزادوں، صوفیوں یا عشاق کی داستان نہیں، بلکہ کالو بھنگی، لاجونتی، بھٹی مزدور، اور ریلوے پلیٹ فارم پر سونے والے بچے کی بھی داستان ہے۔ڈاکٹر محمد شکیل مظلوم و محکوم طبقوں کی نمائندگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”ترقی پسند افسانہ نگاروں نے محض مظلوم طبقے کی ہمدردی میں لکھنا کافی نہیں سمجھا بلکہ ان کے دکھ درد کو اپنی ذات کا حصہ بنا کر پیش کیا۔یہی ان کی تخلیق کی سب سے بڑی طاقت ہے۔“(۵)

یہ افسانے سماج کے اس حصے کو نام، زبان اور چہرہ دیتے ہیں جو تاریخ میں ہمیشہ بے چہرہ اور گمنام رہا۔

حقیقت نگاری(Realism)

ترقی پسند تحریک کے افسانہ نگاروں کا مقصد زندگی کو جیسا ہے، ویسا دکھانا تھا۔انہوں نے افسانے کو خوابوں اور خیالی قصوں سے نکال کر سماجی، سیاسی، معاشی، اور طبقاتی مسائل کی سچائیوں سے جوڑ دیا۔یہی حقیقت نگاری ان افسانوں کی روح بن گئی۔

سجاد ظہیر نے کہا تھا:

> ”ہم ایسا ادب چاہتے ہیں جو زندگی کی سچائیوں کی ترجمانی کرے، نہ کہ ان سے منہ موڑے۔“(۶)

حقیقت نگاری سے مراد ہے زندگی کی تلخیوں، ظلم، غربت، جبر، ناانصافی، طبقاتی نابرابری، جنسی استحصال، اور روزمرہ کی کشمکش کو خوبصورتی یا مبالغے کے بغیر پیش کرنا۔ ایسا ادب جو زندگی کی اصلی شکل دکھائے — جیسی وہ ہے، نہ جیسی ہم چاہتے ہیں۔

ترقی پسند افسانے میں حقیقت نگاری کی نمایاں خصوصیات پر نظر ڈالی جائے تو ترقی پسند افسانے کے موضوعات عام انسان کی زندگی سے جڑے ہوتے ہیں: مثلاً بھوک، غربت، جنسی استحصال، بیروزگاری، ذات پات، ہجرت، ظلم و جبر، مثال کے طور پر منٹو کا افسانہ "ٹھنڈا گوشت" زندگی کی حقیقت کو اتنے تلخ انداز میں دکھاتا ہے کہ قاری کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔ "ٹھنڈا گوشت" کے بارے میں گوپی چند نارنگ یوں رقم طراز ہے:

"ٹھنڈا گوشت میں منٹو نے تقسیم کے فسادات کے حیوانی پہلوؤں کو بے نقاب کیا ہے۔"(۷)

کردار نگاری میں حقیقت پر غور کیا جائے تو افسانوں کے کردار آسمانی یا خواب ناک نہیں بلکہ ہمارے اردگرد کے انسان ہوتے ہیں مثلاً: بھنگی، مزدور، دیہاتی عورت، پناہ گزین، رکشہ چلانے والا، ریڑھی والا۔

کالو بھنگی (کرشن چندر) میں ایک دلت بھنگی کو پورے افسانے کا مرکزی کردار بنایا گیا ہے — بغیر لفاظی، بغیر رومانویت۔

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے ادبی زبان کو بھی حقیقت کے قریب کیا، ایک ترقی پسند ادیب سادہ، غیر بناوٹی جملے، مکالمے عام لوگوں کے لہجے میں، روزمرہ کی بولی، ترقی پسند افسانہ "ادبی شائستگی" کے بجائے سچائی کی تاثیر پر یقین رکھتا ہے۔

ترقی پسند افسانے کی حقیقت نگاری محض اسلوب نہیں بلکہ ادبی نظریہ ہے۔ یہ ادب جھوٹے خواب نہیں بیچتا، بلکہ قاری کو سچ سے روبرو کرتا ہے — چاہے وہ سچ کتنا ہی کڑوا کیوں نہ ہو۔ حقیقت نگاری ہی وہ خوبی ہے جس نے ترقی پسند افسانے کو سماج کی آنکھ، مظلوم کی زبان اور انقلاب کا ہتھیار بنایا۔ یہ افسانے محض حالات کی عکاسی نہیں کرتے بلکہ اصلاح کی تحریک بھی ہیں۔ اس حوالے سے سجاد ظہیر لکھتے ہیں:

"ترقی پسند ادب کا بنیادی مقصد شعور کی بیداری اور اصلاح معاشرہ تھا۔"(۸)

جہالت، مذہبی شدت پسندی، عورتوں پر ظلم، طبقاتی تفریق — ان سب کے خلاف شعور بیدار کیا گیا۔ ادب کو معاشرتی تبدیلی کا ذریعہ سمجھا گیا۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانے "مسافر" اور "سناٹا" میں انسان دوستی اور اخلاقی سوالات اٹھائے گئے۔

حمیدہ آقا لکھتی ہیں:

"ترقی پسند ادب نے عورت کو محض مظلوم نہیں، ایک باشعور انسان کے طور پر پیش کیا۔"(۹)

ترقی پسند افسانے میں عورت مظلوم، استحصال زدہ، اور خود شعور کی متلاشی ہے۔ روایتی کردار سے ہٹ کر وہ ایک جیتی جاگتی، خواہش رکھنے والی، انسان ہے۔ عصمت چغتائی، بیدی، اور قاسمی نے عورت کے کرداروں کو سماجی و نفسیاتی سطح پر پیش کیا۔ مثلاً: عصمت کا "دوہاتھ"، بیدی کا "گرم کوٹ"۔

مذہبی، سیاسی و معاشی اداروں پر تنقید:

ترقی پسند افسانے میں جھوٹے مذہبی پیشواؤں، سیاست دانوں اور استحصالی اداروں پر سخت تنقید کی گئی۔ جھوٹے عقیدوں، تعصبات اور اندھی تقلید کو نشانہ بنایا گیا۔ مذہب کی آڑ میں ظلم کرنے والوں کو بے نقاب کیا گیا۔ مثلاً: منٹو کا "بابو گوپی ناتھ" اور "نیا قانون" سیاسی اور مذہبی دوغلے پن پر کاری ضرب ہیں۔ انسانی ہمدردی اور عالمی فلاح کا تصور لیے ہوئے ترقی پسند افسانہ نگار نسل، مذہب، ذات اور جنس سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بات کرتا ہے۔ انسان کو انسان سمجھنا، امن، بھائی چارے، محبت اور انصاف کی اہمیت مثلاً کرشن چندر کے افسانے "ایک گدھا نیفا میں" میں گدھے کی مظلومیت کے ذریعے انسانیت کی تذلیل پر طنز کیا گیا۔ ترقی پسند افسانے کی فکری بنیادیں نہ صرف اردو ادب کو ایک نئی جہت عطا کرتی ہیں، بلکہ یہ افسانے انسان دوستی، سچائی، اور سماجی انصاف کی جستجو کا علامیہ ہیں۔ ان میں احتجاج بھی ہے، بغاوت بھی، اور اصلاح کی امنگ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی پسند افسانہ آج بھی معنویت سے خالی نہیں ہوا۔

ترقی پسند تحریک کی فنی خصوصیات کے حوالے سے عبادت بریلوی یوں لکھتے ہیں کہ:

"ترقی پسند افسانہ سادہ اسلوب، حقیقت نگاری اور کرداروں کی زندگی سے قربت کے باعث منفرد ہے۔"(۱۰)

ترقی پسند افسانہ اپنی فکری بنیادوں کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی ایک نئی روایت اور رجحان کا حامل ہے۔ اگرچہ اس تحریک کا زور ادب برائے زندگی کے اصول پر تھا، مگر اس نے فکشن کے فنی پہلوؤں کو بھی مکمل طور پر نظر انداز نہیں کیا۔ ترقی پسند ادیبوں نے اردو افسانے میں موضوعاتی وسعت، حقیقت نگاری، کردار نگاری، مکالمہ، اور پلاٹ کے نئے انداز متعارف کروائے۔ ذیل میں ترقی پسند افسانے کی نمایاں فنی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

حقیقت نگاری (Realism)

ترقی پسند افسانہ رومانویت اور تخیلاتی دنیا سے ہٹ کر سچائی اور زمینی حقیقتوں کا بیانیہ ہے۔ جن میں روزمرہ زندگی، غریبی، جبر، بھوک، جنسی استحصال اور فسادات جیسے موضوعات کا حقیقت پسندانہ بیان شامل ہیں۔ حقیقت کو خوبصورتی سے نہیں، بلکہ جیسا ہے ویسا دکھایا گیا۔

مثلاً: منٹو کا افسانہ "ٹھنڈا گوشت" یا "کھول دو"، جن میں فسادات کی برہنہ حقیقت سامنے آتی ہے۔

کردار نگاری میں عام انسان: ترقی پسند افسانے میں ہیرو یا عظیم شخصیتیں نہیں بلکہ عام انسان، مزدور، کسان، عورت، بھکاری، جسم فروش اور پسماندہ طبقے کے کردار ملتے ہیں۔ یہ کردار زندگی کے حقیقی مسائل سے دوچار ہیں، جن کی محرومیاں اور جدوجہد افسانے کا مرکز بنتی ہے۔ مثلاً: کرشن چندر کا "کالو بھنگی"، جس کا مرکزی کردار ایک نچلے طبقے کا شخص ہے۔

زبان و بیان میں سادگی: ترقی پسند افسانہ مرصع اور شاعرانہ زبان سے گریز کرتا ہے۔ سادہ، رواں اور فطری زبان، عام فہم الفاظ اور محاورات کا استعمال، مکالمہ نگاری میں فطری پن اور کردار کے مزاج سے ہم آہنگ انداز ہے۔ مثلاً: بیدی کے افسانے "گرم کوٹ" میں ایک غریب کلرک کی ذہنی کیفیت کو عام زبان میں موثر انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

پلاٹ کی سادگی اور وحدت: وزیر آغا ترقی پسند افسانے کے پلاٹ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ترقی پسند افسانے کا پلاٹ سادہ، حقیقت پر مبنی اور مقصدیت سے جڑا ہوتا ہے۔"(۱۱)

ترقی پسند افسانے کا پلاٹ پیچیدہ، الجھا ہوا یا علامتی نہیں ہوتا۔ واضح، مختصر اور مقصدی پلاٹبعض افسانے "کہانی پن" سے زیادہ "تاثر" یا "موقف" پر زور دیتے ہیں۔ مثلاً عصمت چغتائی کا "لحاف" ایک مختصر، مگر گہرے اثر کا حامل افسانہ ہے جس کا پلاٹ بالکل سادہ ہے۔

مقصدیت (Didacticism)

ترقی پسند تحریک نے اردو ادب میں جو سب سے بنیادی تبدیلی پیدا کی، وہ ادب کے تصور میں تبدیلی تھی۔ اس تحریک کے مطابق:

"ادب محض لطف و تفریح، حسن پرستی یا فنی چمک دمک کا نام نہیں بلکہ ایک ذمہ دارانہ عمل ہے جو سماج میں بہتری لانے کے لیے لکھا جانا چاہیے۔"

اس لیے ترقی پسند افسانے کا ایک واضح، نمایاں اور شعوری پہلو مقصدیت ہے —یعنی ادب کسی مخصوص سماجی، فکری، سیاسی، یا اخلاقی مقصد کے تحت لکھا جائے۔ مقصدیت سے مراد ہے کہ افسانہ محض داستان گوئی نہ ہو بلکہ ایک نظریہ، ایک سوچ، یا اصلاحی پیغام کا حامل ہو۔ افسانہ ظلم، ناانصافی، غربت، جہالت، طبقاتی فرق، صنفی امتیاز، اور استحصالی نظام کے خلاف آگاہی، مزاحمت اور شعور پیدا کرے۔ ادب قاری کو سوچنے، سوال کرنے اور عمل پر آمادہ کرے۔ ترقی پسند تحریک نے "ادب برائے ادب" کے رجحان کو رد کرتے ہوئے کہا:

"ادب برائے زندگی ہونا چاہیے —ایسا ادب جو جمود توڑے، قاری کو جھنجھوڑے، اور سماج کو آئینہ دکھائے۔"(۱۲)

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے ادب کو سماج کی تبدیلی کا آلہ بنایا۔ وہ مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں اور شعور کی بیداری کو اپنا مقصد بناتے ہیں۔ ترقی پسند افسانے میں مقصدیت صرف ایک فکری ترجیح نہیں بلکہ ایک ادبی عقیدہ ہے۔ یہ ادب صرف سنانے کے لیے نہیں، بدلنے کے لیے لکھا گیا۔ اس ادب کا اصل مقصد قاری کو سوچنے، سمجھنے، بولنے اور ظالم کے خلاف کھڑے ہونے کی اخلاقی جرات دینا ہے۔

"ترقی پسند افسانے میں ہمدردی اور جذبات نگاری مرکزی حیثیت رکھتی ہے، جو قاری کو کرداروں کے دکھ درد سے جوڑتی ہے۔"(۱۳)

ترقی پسند افسانہ نگار اپنے کرداروں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اس میں طنز بھی ہوتا ہے، درد بھی، اور احتجاج بھی۔ بعض جگہ جذباتیت کا غلبہ نظر آتا ہے، لیکن یہ جذبات "سچ" اور "دکھ" پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیدی کا "لاجونتی" ایک گمشدہ عورت کی واپسی کے بعد شوہر کے ردعمل پر مبنی ایسا جذباتی بیان ہے جو قاری کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔

اگرچہ چند ترقی پسند افسانہ نگاروں نے علامتی یا تمثیلی انداز بھی اختیار کیا، لیکن مجموعی طور پر یہ افسانے براہ راست اور کھلا پیغام دیتے ہیں۔ واضح بیانیہ قاری کو الجھانے کے بجائے اسے حقیقت سے روبرو کر دینا مقصد ہوتا ہے۔

ترقی پسند افسانے میں سماج، مذہب، حکومت، رسم و رواج اور روایات پر طنز اور بے باکی سے تنقید کی گئی، کسی چیز کو مقدس یا ناقابل تنقید نہیں سمجھا گیا۔ مثال کے طور پر منٹو کا افسانہ "نیا قانون" ایک طنزیہ نگارش ہے جو انگریزوں کی اصلاحات اور ہندو مسلم سیاست کو نشانہ بناتا ہے۔ ترقی پسند افسانے کی فنی خصوصیات اس کی نظریاتی وابستگی سے الگ نہیں، مگر ان میں تخلیقی گہرائی، سادہ مگر پر اثر اسلوب، حقیقت نگاری، اور مقصدیت کو فنی طور پر اس قدر مہارت سے سمویا گیا ہے کہ یہ افسانے آج بھی تازہ اور مؤثر معلوم ہوتے ہیں۔ ترقی پسند افسانہ نہ صرف اپنی فکر سے قاری کو جھنجھوڑتا ہے، بلکہ فنی اعتبار سے بھی ادب کی ایک باوقار روایت کو آگے بڑھاتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ غلام مصطفیٰ قریشی، اردو افسانہ کی تاریخ و تنقید، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۲ء، ص ۱۵۔

۲۔ احمد شمیم، ترقی پسند ادب کی فکری اساس، کراچی: مکتبہ دانیال، ۲۰۱۰ء، ص ۲۸۔

۳۔ گوپی چند نارنگ، ادبی تنقید اور ترقی پسند تحریک، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء، ص ۸۷۔

۴۔ پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی، اردو کا جدید افسانہ، مکتبہ جدید، دہلی، ۱۹۰۰ء، ص ۱۴۳۔

۵۔ ڈاکٹر محمد شکیل، اردو افسانہ: ترقی پسند تحریک، عکاس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸۔

۶۔ سجاد ظہیر، روشنائی، دہلی: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۲۸۔

۷۔ گوپی چند نارنگ، نئی تنقیدی جہات، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۹۱۔

۸۔ سجاد ظہیر، روشنائی، اردو اکیڈمی، دہلی، ۱۹۸۰ء، ص ۷۴۔

۹۔ حمیدہ آقا، ترقی پسند تحریک اور اردو ادب میں عورت کا تصور، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۶۔

۱۰۔ عبادت بریلوی، اردو افسانہ: تنقیدی مطالعہ، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۹۔

۱۱۔ وزیر آغا، اردو افسانہ: ایک مطالعہ، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۳۷۔

۱۲۔ گوپی چند نارنگ، ادبی تنقید اور ترقی پسند تحریک، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۸۵۔

۱۳۔ سجاد ظہیر، روشنائی، دہلی: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۲۸۔

کتابیات:

۱۔ احمد شمیم۔ ترقی پسند ادب کی فکری اساس۔ کراچی: مکتبہ دانیال، ۲۰۱۰ء۔

۲۔ عبادت بریلوی۔ اردو افسانہ: تنقیدی مطالعہ۔ لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۱۹۸۵ء۔

۳۔ حمیدہ آقا۔ ترقی پسند تحریک اور اردو ادب میں عورت کا تصور۔ دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۹۵ء۔

۴۔ حسن سید سبط۔ ادب اور زندگی۔ لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۸۵ء۔

۵۔ ڈاکٹر محمد شکیل۔ اردو افسانہ: ترقی پسند تحریک۔ لاہور: عکاس پبلیکیشنز، ۲۰۰۲ء۔

۶۔ سجاد ظہیر۔ روشنائی۔ دہلی: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۰ء۔

۷۔ غلام مصطفیٰ قریشی۔ اردو افسانہ کی تاریخ و تنقید۔ لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۲ء۔

۸۔ گوپی چند نارنگ۔ ادبی تنقید اور ترقی پسند تحریک۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۴ء۔

۹۔ گوپی چند نارنگ۔ نئی تنقیدی جہات۔ لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۲۰۰۱ء۔

۱۰۔ پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی۔ اردو کا جدید افسانہ۔ دہلی: مکتبہ جدید، ۱۹۰۰ء۔

۱۱۔ وزیر آغا۔ اردو افسانہ: ایک مطالعہ۔ لاہور: الفیصل ناشران، ۱۹۹۲ء۔

☆☆☆☆☆